17

احمدی نوجوان جلد اس قابل بنیں کہ اسلام کی جنگ میں انہیں تنور کی لکڑیوں کی طرح جھونکا جا سکے

(فرمودہ 5 مئی 1944ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"ہر ایک تحریک کی تکمیل کے لیے کئی مرحلے ہوتے ہیں اور وہ ان میں سے گزر کر مکمل ہوا کرتی ہے۔ کسی تحریک کا سب سے پہلا حصہ خیال ہوتا ہے۔ ایک انسان کے دل میں ایک خیال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ فلاں کام کرنا بھی اچھی بات ہے۔ پھر دوسرا قدم اس کے بعد ارادہ کا ہوتا ہے۔ یعنی وہ یہ ارادہ کرتا ہے کہ مَیں فلاں کام کروں گا۔ تیسرا قدم پھر اس کی تفصیلات کا ہوتا ہے۔ یعنی وہ اپنے اس خیال کو ایک تفصیلی شکل دیتا ہے۔ مثلاً کسی شخص کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ ہمیں ایک مکان بنانا چاہیے۔ تو اس خیال میں ابھی ارادہ شامل نہیں۔ کچھ دنوں کے غور کے بعد وہ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ مَیں ایک مکان بناؤں گا۔ یہ گویا اس کا ارادہ ہے۔ جب تک صرف یہ خیال تھا کہ مکان بنانا چاہیے۔ اُس وقت تک یہ محض ایک خیال ہی تھا۔ مگر جب وہ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ میں مکان بناؤں گا تو یہ ارادہ ہے۔ اور جب وہ یہ

فیصلہ کر لیتا ہے کہ بناؤں گا تو پھر یہ بھی سوچنا شروع کرتا ہے کہ وہ مکان کتنا لمبا کتنا چوڑا ہو گا، کتنے کمرے ہوں گے، کتنے کتنے رقبہ کے کمرے ہوں گے، مکان کی شکل کیا ہو گی۔ گویا ارادہ کے بعد تفصیلی شکل ہوتی ہے۔ پہلے خیال ہوتا ہے پھر ارادہ اور پھر تفصیلی تشکیل۔ جب اس ارادہ کو وہ تفصیلی تشکیل دے لیتا ہے تو اگر تو وہ فردی کام ہے تو اس کے لیے سامان جمع کرنا شروع کرتا ہے۔ یہ سامان دو قسم کے ہوتے ہیں۔ پہلے سامانِ ذریعہ وہ جمع کرتا ہے یعنی وہ سامان جو ذریعہ ہوتے ہیں اصلی اور حقیقی سامانوں کے مہیا کرنے کا۔ مثلاً میں نے مکان کی مثال دی ہے۔ تفصیلی تشکیل کے بعد انسان اندازہ کرتا ہے کہ اس پر ہزار دو ہزار، دس، بیس یا پچاس ہزار یا لاکھ یا دو لاکھ روپیہ صَرف ہو گا۔ اس لیے پہلے روپیہ کا انتظام کرتا ہے۔ اس کے بعد وہ روپیہ سے اصلی اور حقیقی سامان مہیا کرتا ہے۔ یعنی اینٹ، لکڑی، چونا، سیمنٹ، لوہے کا سامان یعنی کیل، کانٹا، قبضہ وغیرہ وغیرہ اشیاء خریدتا ہے۔ گویا روپیہ سامانِ ذریعہ تھا۔ جب وہ اسے مہیا کر لیتا ہے تو پھر حقیقی سامان جمع کرتا ہے جس سے مکان تیار ہوتا ہے۔ اس کے بعد ایک اور مرحلہ ہے۔ یعنی وہ اس سامان کو استعمال کرنے والے لوگوں کو جمع کرتا ہے۔ ایسے مستری، معمار اور مزدور وغیرہ اکٹھے کرتا ہے جو اس اینٹ، لکڑی، لوہے اور چونے گارے وغیرہ کو استعمال کر سکیں اور مکان کی حیثیت کے مطابق دو، چار، دس، بیس یا سو پچاس معمار اور مزدور جمع کرتا ہے۔ یا اگر عمارت بڑی ہے تو کسی انجینئر کی خدمات حاصل کرتا ہے۔ پھر سامان کا استعمال شروع کرتا ہے۔ اور جب تعمیرِ مکان کر لیتا ہے یعنی سامان کا استعمال بھی کر لیتا ہے تو پھر ایک اور مَرحلہ باقی ہوتا ہے۔ اور وہ اس مکان کی تزئین کا ہوتا ہے یعنی مکان کو رہائش اور آرام و آسائش کے قابل بنانا۔ محض مکان کی شکل کا مکمل ہو جانا انسان کی تسلّی، تشفّی اور آرام و آسائش کا موجب نہیں ہو سکتا۔ جہاں تک تو صرف مکان کا سوال ہے۔ فرش کی بھی ضرورت نہیں۔ اس میں کسی پاٹ اور کموڈ کی ضرورت نہیں۔ دری، چارپائی، گلاس، لوٹا وغیرہ اشیاء میں سے چاہے ایک بھی کسی مکان میں نہ ہو۔ چاہے اس میں ایک بھی دیگچی نہ ہو، چلمچی نہ ہو، ایک بھی گڑوی نہ ہو، کوئی دری نہ ہو، چارپائی نہ ہو، پھر بھی وہ پورا مکان ہے۔ مگر جہاں تک رہائش کا تعلق ہے جب تک سامانِ تزئین نہ ہو، مکان رہائش اور آرام و آسائش کا موجب نہیں ہو سکتا۔

تو اگر کوئی کام فردی ہو تو اتنے مراحل کے بعد کہیں جا کر ارادہ کی تکمیل ہوتی ہے۔ اور اگر وہ کام قومی ہو تو اُس کے لیے کام کے سامان جمع کرنے کے علاوہ لوگوں کے دلوں میں تحریک کرنا کہ وہ سامان مہیا کریں ایک مرحلہ ہوتا ہے۔ لوگوں سے اپیل کرنی پڑتی ہے، اُن کو سمجھانا پڑتا ہے کہ یہ ضروری کام ہے اس کی تکمیل میں مدد دیں۔ تو ایک کام کی تکمیل کے لیے کئی مرحلے ہوتے ہیں اور ان تمام سے گزر کر ہی وہ کام ہو سکتا ہے۔ بعض نادان خیال کرتے ہیں کہ اِدھر خیال پیدا ہوا اور اُدھر کام ہو گیا۔ حالانکہ خیال تو محض ابتدائی حالت ہے۔ خیال کے بعد ارادہ، ارادہ کے بعد تفصیلی تشکیل، پھر ان اسباب کا مہیا کرنا جو حقیقی اسباب مہیا کرنے کا موجب ہو سکتے ہیں۔ اور پھر اگر وہ قومی کام ہو تو سامانِ ذرائع جمع کرنے سے پہلے لوگوں کو اُس کے لیے تحریک کرنا بھی ایک مرحلہ ہے۔ پھر چھٹا مرحلہ یہ ہوتا ہے کہ حقیقی اسباب مہیا کیے جائیں۔ پھر ساتویں اُن لوگوں کو جمع کرنا جو تفصیلی تشکیل کی تکمیل کر سکیں۔ پھر اس کے بعد یہ مرحلہ باقی ہوتا ہے کہ اُس کی تزئین کی جائے اور اُسے قابلِ رہائش اور قابلِ سکون و آرام و آسائش بنایا جائے۔ اور اگر وہ مکان کرایہ پر دینے کے لیے ہے تو نواں مرحلہ یہ ہوتا ہے کہ اس میں رہنے کے لیے کوئی اچھا کرایہ دار تلاش کریں۔ تو مکان جیسی معمولی چیز جو ہر خاندان کے لیے ضروری ہے آٹھ نو مراحل گزرنے کے بعد مکمل ہوتی ہے۔

قرآن کریم نے انسانی پیدائش کے بھی سات مراحل بیان کیے ہیں۔[1] اِسی طرح وہ کام جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے سپرد کیا ہے اس کے بھی کئی مراحل ہیں۔ ان میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ ابھی اُن کا خیال بھی ہمارے اندر پیدا نہیں ہوا۔ بعض کا خیال تو پیدا ہو چکا ہے مگر ابھی ارادہ نہیں کر سکے۔ بعض کا ارادہ کر چکے ہیں مگر اُس کی تفصیلی تشکیل ابھی نہیں کی۔ پھر بعض کے سامانِ ذریعہ ابھی مہیا نہیں کر سکے۔ بعض کے حقیقی سامان ابھی مہیا نہیں کیے گئے۔ بعض کے سامان بھی مہیا کر لیے ہیں مگر ابھی اس سامان کو استعمال کرنے والے آدمی مہیا نہیں کر سکے۔ اور بعض کام ایسے ہیں کہ اگر آدمی مل گئے ہیں تو ابھی کام شروع نہیں کر سکے۔ کام شروع کرنا بھی ایک اہم مرحلہ ہے۔ بعض کام اگر شروع ہیں تو تکمیل ابھی نہیں ہوئی۔ اور بعض کی اگر تکمیل بھی ہو چکی ہے تو ابھی تزئین باقی ہے یعنی اسے ابھی قابلِ استعمال بنانا ہے۔

اور بعض ایسے ہیں کہ اگر تکمیل کے بعد تزئین بھی ہوچکی ہے تو کرایہ دار کی تلاش باقی ہے۔ گویا کئی ضروری کام ہیں جن کی ابتدا بھی ابھی ہم نے نہیں کی اور بعض کی ابھی ابتدائی حالت ہے۔ یوں نام کے طور پر تو ہم سمجھتے ہیں کہ ہم نے اسلام کی جنگ لڑنی ہے مگر اسلام کی جنگ کوئی آسان کام نہیں۔ یہ پتھر اٹھا کر دریا میں پھینک دینا نہیں بلکہ اتنا اہم اور اتنا مشکل کام ہے کہ جب تک مردوں، عورتوں، بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کی صحیح رنگ میں تعلیم نہ ہو یہ کام نہیں ہوسکتا۔ جب تک لوگوں کے دلوں اور دماغوں کی صحیح رنگ میں تعلیم اور تربیت نہ ہو یہ کام نہیں ہوسکتا۔ اور یہ تعلیم کا کام بھی آسان نہیں۔ یہ نہیں کہ ایک کتاب لکھ لی اور یہ کام ہوگیا۔ کوئی کتاب یہ کام نہیں کرسکتی۔ قرآن کریم سے بڑھ کر کوئی کتاب نہیں ہوسکتی۔ لیکن قرآن کریم کے موجود ہونے کے باوجود لوگوں کے دلوں میں ایمان نہیں۔ اس کے باوجود اسلام کی عمارت منہدم ہے۔ ضرورت اِس امر کی ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم لوگوں کے دلوں میں قائم کی جائے تب جاکر اسلام کی گری ہوئی عمارت دوبارہ قائم ہوگی۔ اور ابھی احمدیہ جماعت کے دوستوں میں بھی قرآن کریم کی تعلیم کو قائم کرنا باقی ہے۔ ابھی بہت سے دوست ہیں جنہوں نے اس کام کا ابھی خیال ہی کیا ہے۔ بعض ابھی ارادہ ہی کر رہے ہیں، بعض نے اس کام کی تفصیلی تشکیل نہیں کی، بعض نے سامانِ ذریعہ بھی ابھی مہیا نہیں کیے یعنی قربانی کا مادہ ان میں ابھی پیدا نہیں ہوا۔ بعض نے بے شک مالی قربانیوں کا تہیّہ تو کرلیا ہے مگر محض مال سے تو دین کا کام نہیں ہوجاتا بلکہ یہ کام ہوتا ہے دین سیکھنے سے اور اپنے اخلاق درست کرنے سے۔ پھر ابھی وہ مستری بھی ہم تیار نہیں کرسکے جو مکان بناتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ روحانی عمارتوں کے معمار فرشتے ہوتے ہیں۔ جب کوئی انسان ایسے مرحلہ پر پہنچ جاتا ہے کہ اپنا جان و مال، اولاد، عزت، آبرو غرضیکہ سب کچھ خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کے لیے تیار ہو تب خدا تعالیٰ کے فرشتے اُس کام کی تکمیل کے لیے نازل ہوتے ہیں۔ اسلام نماز کا نام نہیں، اسلام روزوں کا نام نہیں، حج اور زکوٰۃ کا نام نہیں، اسلام ایمان بِالقضاء کا نام نہیں، ایمان بِالْانبیاء کا نام نہیں، ایمان بِالدعاء کا نام نہیں، حشر و نشر اور بعث بعد الموت کا نام ایمان نہیں۔ جس طرح اینٹ، لکڑی اور لوہے کا نام عمارت نہیں بلکہ عمارت نام ہے اُس نسبت کا جو

اینٹوں، چونے، گارے، لکڑی اور لوہے کے سامان کو آپس میں موزوں طور پر حاصل ہوتی ہے۔جب وہ سب چیزیں جو عمارت میں استعمال ہوتی ہیں ایک خاص نسبت سے آپس میں ملتی ہیں تو اس کا نام عمارت ہوتا ہے۔ اگر دس ہزار کیوبک فیٹ (FEET) لکڑی کسی جگہ پڑی ہو تو اسے عمارت نہیں کہا جاسکتا خواہ کوئی معمولی جھونپڑی ہی کیوں نہ بنائی ہو۔ دس ہزار کیوبک فیٹ لکڑی کا نام جھونپڑی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ جھونپڑی بنے گی اُس تھوڑی سی لکڑی، اینٹوں اور گارے و چونے کو ایک خاص نسبت کے ساتھ آپس میں ملانے سے جو اُس جھونپڑی کے لیے ضروری ہیں۔ اسی طرح خالی نمازیں ایمان نہیں کہلا سکتیں۔ خالی روزے، خالی حج اور خالی زکوٰۃ کو ایمان نہیں کہا جاسکتا۔ جب تک ان کی نسبت کا آپس میں توازن قائم نہ ہو جائے گا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ جس طرح جب تک اینٹ، چونا، گارا، لکڑی اور لوہے کا سامان ایک نسبت اور توازن کے ساتھ اپنی اپنی جگہ نہ رکھا جائے مکان نہیں بن سکتا۔اِسی طرح نماز کا نام ایمان اور اسلام نہیں رکھا جاسکتا، نہ روزوں کا نام ایمان اور اسلام ہے، نہ نبیوں پر ایمان لانے کا نام اسلام ہے، نہ سچ بولنے اور جھوٹ سے بچنے کا نام اسلام ہے، نہ ظلم سے اجتناب کا نام اسلام ہے۔ بلکہ ایمان اور اسلام کے لیے ضروری ہے کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، ایمان بِالانبیاء، ایمان بِالقضاء، ایمان بِالدعاء، حشر ونشر اور بعث بعد الموت پر ایمان نیز تمام اعلیٰ اخلاق کسی شخص کے درجہ کے مطابق ایک خاص نسبت اور توازن کے ساتھ اُس کے دل میں جمع ہو جائیں۔ اور ان سب باتوں کا جماعت کے دوستوں کے دلوں میں پیدا کرنا ضروری ہے اور یہ ایک لمبا کام ہے۔ محض کسی تجویز کا خواہ وہ کتنی اعلیٰ اور اچھی کیوں نہ ہو شائع کر دینا کافی نہیں۔ بعض نادان جب یہ سنتے ہیں کہ ہم اِس طرح کام کرنے لگے ہیں تو وہ سمجھ لیتے ہیں کہ بس کام ہو گیا اور اسلام کو فتح حاصل ہو گئی۔ حالانکہ یہ بہت ہی مشکل کام ہے۔ جب تک خون پسینہ ایک نہ ہو جائے یہ کام نہیں ہو سکتا۔

مَیں نے بعض تحریکات چند روز سے شروع کی ہیں۔ انہیں خیال نہیں کہا جاسکتا کہ وہ خیال سے بالا ہیں۔ انہیں ارادہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اس سے بھی بالا ہیں۔ تفصیلی تشکیل کا نام بھی انہیں نہیں دیا جاسکتا کہ وہ اس سے کچھ زیادہ ہیں۔ بلکہ سامان ذریعہ حاصل کرنے کے

مرحلہ پر ہیں۔ ہم ایسے مقام پر کھڑے ہیں کہ حقیقی سامان جمع کرنے کا سامان جمع کر رہے ہیں اور اب ہمارے سامنے یہ مرحلہ ہے کہ حقیقی سامان فراہم کرنے کا انتظام کریں۔ اس کی بیسیوں شاخیں ہیں۔ اور ایک بڑی شاخ علماء کی جماعت کا پیدا کرنا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اِس بات کا مجھ پر انکشاف فرمایا تو ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بھی انکشاف فرمایا کہ علماء کی کثرت اسلام کے قیام کے لیے نہایت ضروری ہے۔ دوسری شاخ یہ ہے کہ عورتوں کی اصلاح بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے الہام میں مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ "اگر تم پچاس فیصدی عورتوں کی اصلاح کر لو تو اسلام کو ترقی حاصل ہو جائے گی"۔ تو یہ نہایت ہی اہم بات ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مردوں کی اصلاح ضروری نہیں۔ ان کی اصلاح بھی بہت ضروری ہے۔ مگر ان کی اصلاح کے ذرائع نسبتاً وسیع ہوتے ہیں۔ ان میں عام طور پر علماء کی کثرت ہوتی ہے وہ عموماً وعظ و نصائح سنتے ہیں۔ مگر عورتوں کے لیے پردہ کی وجہ سے ایسے مواقع بہت کم ہوتے ہیں اس لیے ان کے لیے الگ انتظام کرنا ضروری ہے۔ اب جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے ہم بعض تحریکات کے لحاظ سے ایسے مقام پر کھڑے ہیں کہ حقیقی سامان مہیا کرنے کے سامان جمع کر رہے ہیں۔ اس لیے مَیں نے چندوں کا اعلان کیا تھا اور تحریک کی تھی کہ دوست اپنی جائیدادیں اسلام کے لیے وقف کریں۔ ہزاروں دوستوں نے اس طرف توجہ کی ہے اور ایک کثیر تعداد جائیدادوں کی وقف کی ہے۔ مگر ابھی بہت سے دوست ہیں جنہوں نے اس طرف توجہ نہیں کی اور وہ ایک ایسا عظیم الشان موقع کھو رہے ہیں جس کے بعد یقیناً انہیں پچھتانا پڑے گا۔ مگر پھر یہ پچھتانا لاحاصل ہو گا۔ یہ تحریک تو لہو لگا کر شہیدوں میں شامل ہونے سے بھی کم ہے۔ لہو لگا کر شہیدوں میں شامل ہونے کے لیے بھی خون کا قطرہ بہانا پڑتا ہے۔ مگر اِس تحریک میں تو بغیر ایک پیسہ دیئے شامل ہوا جا سکتا ہے۔ صرف اس غیر معیّن عہد کو جو ہر شخص بیعت کے وقت کرتا ہے ایک معیّن شکل میں پیش کرتا ہے۔ یعنی یہ وعدہ کرتا ہے کہ جب سلسلہ کو ضرورت ہو گی ان کی جائیدادوں پر جتنا ٹیکس لگے گا وہ اسے ادا کر دیں گے۔ اور یہ بوجھ ان پر غیر معمولی حالات میں ڈالا جائے گا۔ ورنہ زیادہ تر خرچ طوعی چندوں سے پورا کرنے کی کوشش کی جائے گی کیونکہ اِسی میں زیادہ برکت ہوتی ہے۔ تو ہزاروں لوگوں نے اپنی جائیدادیں

وقف کی ہیں۔ مگر ہزاروں ہیں جنہوں نے ابھی توجہ نہیں کی۔ بہر حال مَیں نے اپنا فرض ادا کر دیا اور آواز اُن تک پہنچادی ہے۔ اب بھی اگر وہ یا ان کی اولادیں اُن نعمتوں سے محروم رہیں جو اللہ تعالیٰ ان کو دینا چاہتا ہے تو خود اپنے آپ کو یا اپنے والدین کو الزام دیں۔ مَیں اللہ تعالیٰ کے حضور بَری ہوں کیونکہ میں نے خدا تعالیٰ کی آواز کو ان تک پہنچا دیا۔ خدا تعالیٰ کی بادشاہت میں وہی شخص داخل ہو سکتا ہے جو ہر قربانی کے لیے تیار ہو۔ ایسا شخص جو اُن تمام سامانوں کو جو اُس کے پاس ہیں خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دینے کے لیے تیار نہیں وہ وقت آنے پر کچا دھاگا ثابت ہو گا اور اسلام کی جنگ میں فاتح سپاہی کی حیثیت ہرگز حاصل نہ کر سکے گا۔

بہر حال ہم نے جدوجہد شروع کر دی ہے اور بعض مراحل طے بھی کر لیے ہیں۔ اب پانچویں مرحلہ کا کام شروع ہے۔ علماء پیدا کرنے کے لیے مَیں نے جامعہ احمدیہ کی شکل بدل دی ہے اور اب اسے ایسی صورت میں چلایا جائے گا کہ جلد سے جلد اچھے علماء پیدا ہو سکیں۔ اِس راہ میں مولوی فاضل کلاس ایک روک تھی جسے اب اُڑا دیا گیا ہے۔ اور ایسے رنگ میں اس کا نصاب بدل دیا گیا ہے اور اپنی ہدایات کے ماتحت اس میں ایسی تبدیلی کرائی ہے کہ جس سے جلد از جلد علماء پیدا ہو سکیں۔ مدرسہ احمدیہ کا نصاب بھی ایسے رنگ میں تبدیل کیا جارہا ہے کہ اس میں تعلیم پانے والے جلد از جلد کسی نہ کسی علم کے عالم بن سکیں۔ بے شک یہ لڑائی کا بگل نہیں مگر پریڈ کا بگل ضرور ہے۔ اور جو شخص پریڈ کا بگل سُن کر پریڈ میں شامل نہیں ہوتا وہ لڑائی میں شامل نہیں ہو سکتا۔ پس جن لوگوں کے دلوں میں اسلام کا درد ہے یہ بگل سن کر ان کے دل اُچھلنے لگ جانے چاہییں۔ جب لڑائی کا بگل بجتا ہے تو رسالہ کے گھوڑوں میں بھی ایک جوش پیدا ہو جاتا ہے اور وہ ہنہنانے لگتے ہیں۔ وہ بھی سمجھ جاتے ہیں کہ اب میدانِ جنگ میں اپنی گردنیں کٹوا کر سرخرو ہونے کا وقت آپہنچا ہے۔ لڑائی کا بگل تو جب اللہ تعالیٰ چاہے گا بجے گا۔ پریڈ کا بگل بجا دیا گیا ہے اور چاہیے کہ اسلام کا درد رکھنے والے دلوں میں یہ بگل ایک غیر معمولی جوش پیدا کرنے کا موجب ہو۔ وقت آگیا ہے کہ جن نوجوانوں نے اپنی زندگیاں وقف کی ہیں وہ جلد سے جلد علم حاصل کر کے اِس قابل ہو جائیں کہ انہیں اسلام کی جنگ میں اُسی طرح جھونکا جا سکے جس طرح تنور میں لکڑیاں جھونکی جاتی ہیں۔ اس جنگ میں

وہی جرنیل کامیاب ہو سکتا ہے جو اِس لڑائی کی آگ میں نوجوانوں کو جھونکنے میں ذرا رحم نہ محسوس کرے۔ اور جس طرح ایک بھڑ بھونجا چنے بُھونتے وقت آموں اور دوسرے درختوں کے خشک پتے اپنے بھاڑ میں جھونکتا چلا جاتا ہے اور ایسا کرتے ہوئے اُس کے دل میں ذرا بھی رحم پیدا نہیں ہوتا اِسی طرح نوجوانوں کو اس جنگ میں جھونکتا چلا جائے۔ اگر بھاڑ میں پتے جھونکنے کے بغیر چنے بھی نہیں بُھن سکتے تو اِس قسم کی قربانی کے بغیر اسلام کی فتح کیسے ہو سکتی ہے۔ پس اِس جنگ میں وہی جرنیل کامیابی کا مُنہ دیکھ سکے گا جو یہ خیال کیے بغیر کہ کس طرح ماؤں کے دلوں پر چُھریاں چلتی ہیں، باپوں اور بھائیوں بہنوں کے دلوں پر چُھریاں چل رہی ہیں نوجوانوں کو قربانی کے لیے پیش کرتا جائے۔ موت اُس کے دل میں کوئی رحم اور درد پیدا نہ کرے۔ اس کے سامنے ایک ہی مقصد ہو اور وہ یہ کہ اسلام کا جھنڈا اُس نے دنیا میں گاڑنا ہے اور سنگدل ہو کر اپنے کام کو کرتا جائے۔ جس دن مائیں یہ سمجھیں گی کہ اگر ہمارا بچہ دین کی راہ میں مارا جائے تو ہمارا خاندان زندہ ہو جائے گا، جس دن آپ یہ سمجھنے لگیں گے کہ اگر ہمارا بچہ شہید ہو گیا تو وہ حقیقی زندگی حاصل کر جائے گا اور ہم بھی حقیقی زندگی پالیں گے۔ وہ دن ہوگا جب محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو زندگی ملے گی۔

جن نوجوانوں نے اپنی زندگیاں وقف کی ہیں اُن کو بلانا شروع کر دیا گیا ہے۔ بعض کو بلا لیا گیا ہے اور بعض کو بلانے کی تیاری کی جارہی ہے اور جب مدرسہ کھلے گا ان کو بلا لیا جائے گا۔ لیکن جو نوجوان آئیں وہ یہ عزمِ صمیم لے کر آئیں کہ وہ ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار ہیں۔ وہ خوب یاد رکھیں کہ دین کی خدمت لیتے وقت کسی رحم سے کام نہیں لیا جائے گا۔ اسلام کی جنگ جیتنے کا سوال وہی لوگ حل کر سکتے ہیں جو ایسے سنگدل ہوں جیسے شاعروں کے معشوق سنگدل سمجھے جاتے ہیں۔ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اس سکیم کے ماتحت اگر اساتذہ اور طالب علم اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں تو جلد ہی علماء کی ایک ایسی جماعت تیار ہو سکتی ہے جو اسلام کا جھنڈا بیرونی ممالک میں گاڑ سکے اور اسلام واحمدیت کی تعلیم دلوں میں قائم کرنے میں کامیاب ہو سکے۔

اس کے علاوہ ایک اَور بات بھی ہے۔ ہمارا صرف یہی کام نہیں کہ علماء پیدا کریں

بلکہ یہ بھی ہے کہ غیر احمدی علماء میں سے بھی ایک تعداد کو اپنے ساتھ شامل کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بعض علماء جماعت میں شامل ہوئے اور اُن کے ساتھ ہزاروں لوگ جماعت میں شامل ہوئے۔ مگر اس کے بعد غیر احمدی علماء کو اپنی طرف کھینچنے میں ہماری طرف سے بہت کوتاہی ہوئی ہے۔ اب مَیں نے اِس بارہ میں بھی ہدایات دی ہیں اور ابھی بعض اَور ہدایات دوں گا۔ کوئی وجہ نہیں کہ اگر عوام احمدیت کو قبول کرسکتے ہیں تو علماء نہ کریں۔ کوتاہی ہماری طرف سے ہے۔ کہتے ہیں اَلْعِلْمُ حِجَابُ الْاَکْبَر۔ بات یہ ہے کہ علماء اُس طریقِ خطاب کو پسند نہیں کرتے جس سے عوام کو خطاب کیا جاتا ہے۔ وہ ذرا ذرا سی بات پر اپنی ہتک محسوس کرتے ہیں۔ جب تک ان کو اس طرح خطاب نہ کیا جائے کہ وہ محسوس کریں کہ ہمیں رسوا نہیں کیا جارہا بلکہ نجات کی طرف بلایا جاتا ہے وہ توجہ نہیں کرسکتے۔ پس ضروری ہے کہ ہمارے دوست علماء سے ملیں اور اُن کو مناسب رنگ میں تبلیغ کریں۔ ایک دوست نے اطلاع دی ہے کہ مولوی محمد شریف صاحب نے فلسطین سے لکھا ہے کہ جامعہ ازہر کا ایک بڑا عالم احمدی ہوگیا ہے۔ مجھے مولوی صاحب کا ایسا کوئی خط نہیں ملا۔ ممکن ہے رستہ میں کہیں گم ہوگیا ہو۔ بہرحال اگر یہ خبر صحیح ہے☆ تو بہت خوش کن ہے۔ ازہر یونیورسٹی دنیا میں ایک ہی یونیورسٹی ہے جہاں اسلام اور عربی زبان کی اعلیٰ تعلیم کا انتظام ہے اور اگر اس کا ایک بڑا عالم احمدی ہوگیا ہے تو اِس کے معنے یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ کے فضلوں کا دروازہ اِس رنگ میں بھی کھلنا شروع ہوگیا ہے اور اس یونیورسٹی کے علماء میں سے بھی احمدی ہونے شروع ہوگئے ہیں جو اسلام کا گہوارہ سمجھی جاتی ہے۔

ایک اَور بات جس کی طرف میں دوستوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ کالج کے متعلق ہے۔ کالج شروع کردیا گیا ہے۔ پروفیسر بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے مل گئے ہیں۔ اب ضرورت اِس امر کی ہے کہ چندہ جمع کیا جائے اور لڑکوں کو اِس میں تعلیم کے لیے بھجوایا جائے۔ ہر وہ احمدی جس کے شہر میں کالج نہیں وہ اگر اپنے لڑکے کو کسی اَور شہر میں تعلیم کے لیے بھیجتا ہے

☆ بعد میں مَیں نے خط پڑھ لیا ہے، خبر صحیح ہے۔

تو کمزوریٔ ایمان کا مظاہرہ کرتا ہے۔ بلکہ مَیں کہوں گا ہر وہ احمدی جو توفیق رکھتا ہے کہ اپنے لڑکے کو تعلیم کے لیے قادیان بھیج سکے خواہ اُس کے گھر میں ہی کالج ہو اگر وہ نہیں بھیجتا اور اپنے ہی شہر میں تعلیم دلواتا ہے تو وہ بھی ایمان کی کمزوری کا مظاہرہ کرتا ہے۔ پھر کالج کے چندہ کی طرف بھی دوستوں کو توجہ کرنی چاہیے۔ ڈیڑھ لاکھ روپیہ چندہ کی تحریک مَیں نے کی تھی۔ اس میں سے اب تک صرف پچاس ہزار روپیہ کے وعدے آئے ہیں۔ اس میں سے بائیس ہزار کے وعدے صرف تین آدمیوں کے ہیں اور اس طرح گویا باقی ساری جماعت کے وعدے صرف اٹھائیس ہزار کے ہیں۔ تین آدمیوں کے بائیس ہزار کے وعدے جماعت کی طرف منسوب نہ ہونے چاہییں۔ مَیں نے کہا تھا کہ اگر کوئی پیسہ ہی دے سکتا ہے تو وہی دے دے۔ بعض لوگوں نے اِس کا مطلب یہ سمجھ لیا ہے کہ اگر کوئی سَو روپیہ بھی دے سکتا ہے تو اس کے لیے بھی پیسہ ہی دے دینا کافی ہے۔ حالانکہ میرا مطلب تو یہ تھا کہ اگر کوئی شخص ایسا غریب ہے کہ پیسہ ہی دے سکتا ہے تو وہ شرمندگی کے خیال سے اس کارِ خیر میں پیچھے نہ رہے بلکہ پیسہ ہی دے کر شامل ہو جائے۔ یہ مطلب نہیں تھا کہ جو زیادہ بھی دے سکتے ہیں وہ پیسہ دے دیں۔ پس ہر جماعت کو چاہیے کہ اس بارہ میں اپنا فرض پوری طرح ادا کرے۔

بعض دیہات کی جماعتوں کے چندے شہری جماعتوں سے زیادہ ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ان شہری جماعتوں نے پروا نہیں کی۔ بلکہ سب بڑی بڑی جماعتیں ابھی تک صفر کے برابر ہیں۔ پانچ سات سو افراد کی جماعتوں نے اگر ڈیڑھ دو سو روپیہ دے دیا تو یہ نہ دینے کے ہی برابر ہے۔ ان کو تو آٹھ دس ہزار روپیہ دینا چاہیے۔ اس لیے مَیں پھر توجہ دلاتا ہوں کہ دوست اپنا فرض ادا کریں۔ ہم جانتے ہیں کہ اگر انسان مدد نہیں کریں گے تو فرشتے مدد کریں گے۔ مگر کتنے بدقسمت ہوں گے وہ لوگ جنہوں نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم کریں گے۔ مگر جب عمل کا وقت آیا تو وہ پیچھے ہٹ گئے۔ بیعت کے لیے انہیں کسی نے مجبور نہیں کیا تھا۔ بلکہ انہوں نے اپنی سرخروئی کے لیے خدا تعالیٰ سے یہ عہد باندھا تھا۔ اگر وہ میری آواز کو سن کر قربانی نہ کریں گے تو وہ خدا تعالیٰ سے بدعہدی کرنے والے ہوں گے۔ کیونکہ انہوں نے میرے ہاتھ پر دراصل اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا۔

اس کے علاوہ مَیں دوستوں کو اس اِمر کی طرف بھی توجہ دلاتا ہوں کہ تبلیغ نہایت ہی ضروری ہے۔ اس کے بغیر ہم آگے قدم نہیں اٹھاسکتے۔ اِس وقت ہماری تعداد اِتنی تھوڑی ہے کہ ایک صوبہ کو بھی سہار نہیں سکتی۔ جب تک جماعت بیس تیس بلکہ سو گُنا نہیں بڑھ جاتی ہم کوئی ایسا کام نہیں کرسکتے جس سے دنیا میں تہلکہ مچ جائے۔ اِس وقت ہماری تعداد چار پانچ لاکھ ہے۔ جب تک یہ سَو گُنا نہ ہوجائے کوئی عظیم الشان کام مشکل ہے۔ اگر تعداد چار پانچ یا چھ کروڑ ہو تو پھر ہم ایسے کام کرسکتے ہیں جن سے دنیا میں تہلکہ مچ جائے۔ اگرچہ اتنی تعداد بھی بہت کم ہے۔ مگر جس ارادہ اور عزم کو لے کر ہم کھڑے ہوئے ہیں، جو آگ ہمارے دلوں میں لگی ہوئی ہے، جو چنگاریاں ہمارے سینوں میں چمک رہی ہیں اگر اس قسم کے چار پانچ یا چھ کروڑ افراد ہوں تو دنیا کو جلا کر راکھ کرسکتے ہیں۔ گو ہمیں یقین ہے کہ اگر اتنے نہ ہوں چند مخلصین ہی ہوں جن کے دلوں میں ویسا ہی درد ہو جو ہمارے دلوں میں ہے تو ہم اربوں ارب دنیا پر غالب آسکتے ہیں۔ مگر اتنے زبردست ایمان کے لوگ زیادہ پیدا نہیں ہوتے۔ پس ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ تبلیغ کے لیے باہر نکلے۔ اگر جماعتیں تبلیغ میں سُستی نہ کرتیں تو کوئی وجہ نہ تھی کہ ہر سال جماعت کی تعداد دُگنی نہ ہوجاتی۔ یہ امتحان اور آزمائش کا وقت ہے۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ اپنے کام کاج سے فارغ ہو کر باہر نکل جائے اور تبلیغ کرے۔ ہر گاؤں، بستی، شہر، محلہ، ہر مرد، عورت اور بچے، بوڑھے کے لیے امتحان کا وقت ہے۔ اگر وہ دین کو پھیلانے میں کوتاہی کرتا ہے تو وہ گنہگار ہے۔ اور جو شخص چند ماہ بلکہ چند ہفتوں میں ہی اپنا قائمقام پیدا نہیں کرسکتا وہ سمجھ لے کہ اسے خدا تعالیٰ کی تائید حاصل نہیں اور جو وعدہ اُس نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا اسے پورا کرنے کے سامان اسے میسر نہیں ہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ ہم خدا تعالیٰ کی آواز کو لے کر جائیں اور لوگ اس کی طرف توجہ نہ کریں۔ ضرور ہے کہ وہ موافقت کریں یا مخالفت۔ وہ یا تو پتھر برسائیں گے یا عقیدت کے پھول۔ درمیانی رستہ کوئی نہیں۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ دنیا میں کوئی نبی آیا ہو یا مصلح کھڑا ہوا ہو اور دنیا نے اُس سے اغماض کیا ہو۔ یا تو اسے پتھر مارے جاتے ہیں یا عقیدت کے پھول برسائے جاتے ہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ حقیقت کو کھول کر لوگوں کے سامنے پیش نہیں کیا جاتا۔

ایک شخص نے مجھے ایک دفعہ لکھا کہ مَیں اِتنی مدّت سے آپ کو خط لکھ رہا ہوں آپ میری طرف توجہ کیوں نہیں کرتے۔ کم سے کم میری مخالفت ہی کریں۔ یہ خط دیکھ کر میرے دل میں یہ لالچ پیدا ہوا کہ مَیں اس کا جواب دوں۔ چنانچہ مَیں نے لکھوایا کہ مخالفت بھی اللہ تعالیٰ کے انعاموں میں سے ایک انعام ہے جو اللہ تعالیٰ کے ماموروں کو ملتا ہے۔ آپ اس سے محروم ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ اب عزّت دو ہی طریقوں سے حاصل ہو سکتی ہے۔ میری بیعت میں شامل ہو کر یا میری مخالفت کر کے۔ درمیانی طبقہ یعنی خاموش رہنے والے لوگ کوئی عزت نہیں پاسکتے۔ اور چونکہ عام طور پر لوگوں میں عزت حاصل کرنے کی خواہش ہوتی ہے، اس لیے ان دونوں صورتوں میں سے ایک نہ ایک ضرور اختیار کرتے ہیں۔ یا بیعت میں شامل ہو جاتے ہیں اور یا مخالفت کرنے لگتے ہیں۔ صداقت کو کھلے طور پر لوگوں کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر سننے والے نہ مانتے ہیں اور نہ ہی مخالفت کرتے ہیں تو اِس کے معنے یہ ہیں کہ تم صداقت کو پیش کرنے میں مداہنت سے کام لیتے ہو۔

مَیں جب پچھلے دنوں دہلی گیا تو وہاں ایک بہت بڑے سرکاری عہدیدار جو مسلمانوں کے لیڈر بھی ہیں مجھ سے ملنے آئے اور کہا کہ لندن میں آپ کے مولوی شمس صاحب ہیں۔ وہ ہیں تو بہت اچھے آدمی مگر آخر مولوی ہی ہیں نا۔ وہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز نہیں پڑھتے۔ وہ گویا مجھے یہ تحریک کر رہے تھے کہ آپ بڑے آدمی ہیں آپ کو اِس نقص کی اصلاح کرنی چاہیے۔ اُن کی بات سن کر پہلے تو مَیں نے ان کو إِمَامُكُمْ مِنْكُمْ [2] والی حدیث سنائی اور اس کا مطلب سمجھایا۔ پھر ان سے کہا کہ آخر آپ لوگ فیصلہ کیوں نہیں کرتے کہ آپ کے لیے احمدیت کو ماننا ضروری ہے یا نہیں۔ پھر مَیں نے انہیں کہا کہ آپ لوگوں کے پاس کھٹّی لسّی ہے اور میرے پاس خالص دودھ جو خدا تعالیٰ نے مجھے دیا ہے۔ اگر مَیں آپ کی دس ہزار سیر کھٹّی لسّی میں اپنا ایک سیر خالص دودھ ڈال دوں تو اِس کے معنے یہ ہوں گے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں خالص دودھ کا ایک قطرہ بھی نہ رہے۔ آپ کو تو چاہیے تھا کہ آپ اگر کسی احمدی کو غیر احمدیوں میں ملتا ہوا دیکھتے تو گھبرائے ہوئے آتے

اور میرے پاس شکایت کرتے اور کہتے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائیداد تباہ ہونے لگی ہے۔ ہمارے جیسے لوگوں سے ملنے سے اسے بچائیے۔ تو مَیں نے صفائی کے ساتھ اُن کو جواب دیا۔ اگر مَیں مداہنت سے کام لیتا اور کہتا یہ مجبوریاں ہیں وہ معذوریاں ہیں تو بات ایسی اچھی طرح اُن کے ذہن میں نہ آسکتی۔ پس ضرورت ہے اِس امر کی کہ صفائی اور دلیری کے ساتھ صداقت کو پیش کیا جائے۔ پھر ضرور یا تو لوگ موافقت کریں گے یا مخالفت۔ پس تبلیغ کے لیے اپنے گھروں سے نکلو۔ جب اللہ تعالیٰ نے گھروں سے نکلنے کا حکم دیا تو جو نہیں نکلتا اللہ تعالیٰ اُس پر رحم کرے۔ اُس کا ایمان کمزور، اُس کا دین ناقص اور اُس کی امیدیں جھوٹی ہیں"۔ (الفضل 20 رمئی 1944ء)

---

1 : وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۚ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۠ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۠ (المومنون: 13 تا 15)

2 : صحیح بخاری كِتَاب أَحَادِيثِ الْأَنْبِيَاءِ بَاب نُزُولِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَام